

# قاضی ابوالولید الباجی المالکی

طفیل احمد قریشی۔ رکن ادارہ تحقیقات اسلامی

ادارہ تحقیقات اسلامی کے کتب خانے میں نادر اور غیر مطبوعہ مخطوطات کا بھی اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے جس کا بیشتر حصہ مائیکروفلمز کی شکل میں محفوظ ہے۔ یہ ذخیرہ اسلامی علوم کی ان نادر کتب پر مشتمل ہے جو آج سے صد ہا سال پیشتر لکھی گئیں اور اب دنیا کی مختلف لائبریریوں یا محکمہ آثار قدیمہ کے مراکز کی زینت ہیں۔ ان عکسیات میں ایک غیر مطبوعہ کتاب "الاشارہ فی اصول الفقہ" بھی ہے جس کے مصنف ابوالولید سلیمان بن خلف بن سعد بن وارث التجیبی ہیں جو قاضی ابوالولید الباجی کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ پانچویں صدی ہجری کے مالکی فقیہ ہیں اور آندلس میں قاضی رہے۔ اس کتاب کا اصل نسخہ سکوریال لائبریری میڈریڈ (اسپین) میں موجود ہے ۱۹۶۳ء میں شعبہ تحقیقات کے رکن اعلیٰ جناب پروفیسر ڈاکٹر صغیر حسن معصومی نے اس کا عکس (مائیکروفلم) جامعۃ الدول العربیہ کی وساطت سے ادارہ کے لئے حاصل کیا۔ اس غیر مطبوعہ اور نادر کتاب کو ادارہ کے رکن طفیل احمد قریشی پروفیسر موصوف کی زیر نگرانی اڈیٹ کر رہے ہیں۔ ذیل میں ہم مصنف اور کتاب کے تعارف کے لئے طفیل احمد صاحب کا مقالہ ہدیتہ قارئین کرتے ہیں (مدیر)

یمن اور حجاز کی سرحد پر تھیب ام عدی کی اولاد آباد تھی۔ آفتاب اسلام کی صنیا پاشیوں سے جب عرب کے قبائل منور ہونے لگے اور بید خلون فی دین اللہ افولجا کا وقت آیا تو یہ

لوگ بھی اسلامی پرچم تلے جمع ہو گئے۔ رمضان ۹۳ھ (نومبر ۱۲۸۷ء) میں جب موسیٰ بن نصیر نے اُندلس کی سرزمین پر قدم رکھا اور اشبیلیہ، ماردہ اور طلیطلہ کے علاقے فتح کئے تو یمن و حجاز کے سرحدی قبائل نے اُندلسی مفتوحات کا رخ کیا ان میں تجیبی اور قحطانی قبائل بھی تھے۔ جو ان علاقوں میں مختلف مقامات پر آباد ہونا شروع ہو گئے لے قاضی ابوالولید الباجی کے آباؤ اجداد کا تعلق انہی قبائل سے ہے جو دوسری صدی ہجری کے اوائل میں بطلوس میں آباد ہو گئے۔ یہ مغربی اسپین کا صوبہ بھی ہے اور شہر بھی۔ اس کا موجودہ نام بیڈاجوز یا بیڈا ہوس ہے لے قاضی ابوالولید اسی شہر میں ۳ ذی القعد ۳۱۸ھ بروز دو شنبہ نصف شب کو ایک عالم خلف بن سعد کے گھر پیدا ہوئے۔ والدین نے سلیمان نام رکھا۔ ابوالولید آپ کی کنیت ہے چونکہ تجیب ام عدی کی اولاد ہیں اس لئے تجیبی کہلاتے ہیں۔ چنانچہ تذکرہ نویس آپ کا پورا نام قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب بن وارث التجیبی الباجی لکھتے ہیں۔ ۳

آپ کی پیدائش کے کچھ ہی عرصہ بعد آپ کے والدین باہر میں آئے اور یہیں آپ کی پرورش بھی ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو الباجی کہا جاتا ہے۔ آج کل یہ شہر پرتگال کے صوبہ "الیتجو" کا صدر مقام ہے اور پرتگال کے دار الحکومت لیزبن (لشون) کے جنوب مشرق میں ۹۵ میل کے فاصلے پر آباد ہے۔ یہ وہ دور ہے جب اشبیلیہ میں بنو عباد کی حکومت تھی اور باجہ کا علاقہ انہی کے زیر اثر تھا۔ لے

آپ کی ابتدائی تعلیم کن مراحل سے گزری ؟ یا آپ نے ابتدا میں کن اساتذہ سے استفادہ کیا ؟ اکثر تذکرہ نویس اسے نظر انداز کرتے ہیں۔ گمان غالب یہ ہے کہ آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی۔ ۲۲۶ھ یعنی تیس سال کی عمر میں آپ نے مشرق کے لئے رخت سفر باندھا، اور مہر تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ مکہ پہنچے اور اس دور کے مشہور مالکی عالم ابو ذرین احمد بن محمد بن عبداللہ بن عقیل الانصاری (المتوفی ۳۳۳ھ) کے پاس رہنے لگے۔ یہ ابن سماک کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ عبد الغافر تاریخ نیشاپوری میں لکھتے ہیں : ۵

كان ابو ذر زاهد اورعا، عالما سخيا لا يدخر شيا وصار كبير مشيخة  
الحرم مشار اليه في التصوف خرج على الصحيح تخريجا حسنا وكان حافظا  
كثير الشيوخ .... الخ

باجی نے ان سے مختلف فنون میں استفادہ کیا، بالخصوص حدیث کی روایت بھی کی۔ ان کے ساتھ آپ نے مختلف مقامات کے سفر بھی کئے، جن میں "السراة" کے سفر کا ذکر مختلف کتب میں کیا گیا ہے۔ آپ مکہ میں تین سال رہے اور چارج کئے۔ اس کے بعد اتر تشریف لے گئے۔ یہ ابو جعفر عبداللہ بن قادر قائم بامر اللہ (تحت نشین ۳۲۲ھ) کا دور تھا اور بغداد میں اب بھی علماء کبار کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔ تقریباً ہر مکتب خیال اور ہر فقہی مسلک کے علماء تبلیغ و تدریس میں مصروف تھے۔ آپ نے بغداد کے قیام میں نہ صرف علمی مباحث و مجالس میں شرکت کی بلکہ چند جدید علماء سے استفادہ بھی کیا۔ ابو الطیب الطبری شافعی، قاضی ابو عبداللہ الحسن بن علی الحمیری حنفی، ابن العروس المالکی اور شیخ ابو اسحاق الشیرازی انہی علماء میں سے ہیں۔ آپ نے بغداد میں درس و تدریس کو بھی جاری رکھا۔ بغداد میں آپ کی ملاقات حافظ ابو بکر الخطیب سے بھی ہوئی، اور بقول علامہ مقرئ مشرق و مغرب کے دو جدید علماء اور حفاظ نے باجی سے روایت کی جو اتفاقاً عمر میں آپ سے بڑے تھے۔ اور باجی نے ان سے روایت کی۔ ان میں ایک تو اندلس کے حافظ ابو عمر بن عبداللہ اور دوسرے بغداد کے یہی عالم حافظ ابو بکر الخطیب ہیں۔ خطیب بغدادی نے باجی کے دو اشعار بھی نقل کئے ہیں جن کو اپنے بارے میں پڑھا کرتے تھے۔

اذکنت اعلم علما یقینا      بان جمیع حیاتی کساعة

فلم لا اکون ضیننا سہا      وأجعلها فی صلاح و طاعة

یعنی جب میں یہ جانتا ہوں کہ میری پوری زندگی ایک لمحہ بھر ہے تو میں اسے کیوں نہ احتیاط سے گزاروں اور اسے نیکی و طاعت میں صرف کروں۔

بغداد میں تین سال قیام کے بعد باجی نے موصل کا رخ کیا، اور وہاں ایک مشہور عالم جعفر السمنانی کے ساتھ رہے اور حدیث، رجال، فقہ اور کلام میں استفادہ کیا۔ موصل میں ایک سال رہنے کے بعد آپ نے پھر رخت سفر باندھا۔ کہا جاتا ہے آپ دمشق گئے اور حلب کے قاضی بھی مقرر ہوئے۔ مشرق میں قیام کے دوران جن علماء سے آپ نے استفادہ کیا ابن بشکوال ان میں حافظ ابو عبداللہ محمد بن علی الصوری، ابو الحسن الفیقی، حافظ ابو الجیب، ابو الفتح الطنجیری، ابو علی الطار و غیرہ کے ناموں کا اضافہ کرتے ہیں۔ تیرہ سال مشرق میں رہنے کے بعد جب آپ اندلس

واپس لوٹے تو آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ آپ کے علم و فضل کی شہرت دور دور تک پہلے ہی پہنچ چکی تھی لیکن وطن واپس آکر جب آپ کو مختلف مناظروں میں شرکت کرنی پڑی اور امراء و سلاطین کی موجودگی میں آپ کی رائے قول فیصل بنی تو آپ کی عظمت اور بھی بڑھ گئی۔ بات یہ تھی کہ جن دنوں (تقریباً ۳۳۸ھ) آپ وطن واپس لوٹے سیاسی حالت بہتر نہ تھی، تاریخ اندلس میں اس دور کو طوائف الملوک کا عہد لکھا جاتا ہے۔ بیوا میہ کی شیع اقتدار کھینچنے والی تھی۔ کچھ تو بیرونی حملہ آوروں نے اموی سلطنت کو کمزور کر دیا تھا اور کچھ اندرونی طاقتیں مختلف علاقوں میں خود مختار ہوتی جا رہی تھیں، امراء و سلاطین انہی سیاسی جوڑ توڑ میں مصروف تھے ان کے آپس کے اختلافات اور سیاسی منافقت نے عجیب خلفشار پیدا کر دیا تھا۔ ابوالولید الباجی نے ان کے اختلافات کم کرنے اور باہمی صلح کی فضا ہموار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ادھر ابن حزم بڑے زور شور سے ظاہری مذہب کو فروغ دینے میں مصروف تھے۔ مناظروں اور مجادلوں کا بازار گرم تھا۔ سرکاری مذہب چونکہ مالکی تھا اور باجی خود بھی مالکی فقیہ تھے اور مذاہب اربعہ کے ساتھ ساتھ حدیث و رجال میں بھی کافی دسترس تھی اس لئے ابن حزم کے مقابلے میں ڈٹ گئے مناظرے کے دوران ابن حزم اور باجی کی نوک جھونک کا اندازہ دونوں کے اس مکالمے سے لگایا جاسکتا ہے۔ جب باجی نے ابن حزم پر طنز کرتے ہوئے کہا: "معاف کیجئے میں نے چوکیدار کے چراغ کی روشنی میں تعلیم پائی ہے۔" ابن حزم نے برجستہ جواب دیا۔

"مجھے بھی معذور فرمائیے میں نے سونے چاندی کے منبروں پر بیٹھ کر تعلیم پائی ہے۔" اے بات دراصل یہ تھی کہ ابن حزم وزیر زادے تھے اور محلات میں تربیت پائی۔ آپ کی تعلیم کی ابتدا بھی وزیر زادوں کی طرح ہوئی جب کہ باجی نے شہر شہر پھر کر اوزنکالیعت و مصائب سہہ کر علم حاصل کیا۔ لیکن اس نوک جھونک اور اختلاف کے باوجود بھی ابن حزم جیسے عالم ابوالولید الباجی کی علمی عظمت کے معترف تھے۔ ابن بسام نے ایک مشہور روایت بیان کی ہے:

بلغنی انه ابن حزم كان يقول لولم يكن لاصحاب المذهب الباجي بعد

عبدالوهاب الا مثل ابى الوليد الباجي لكفاهم اے

"مجھے یہ خبر پہنچی کہ ابن حزم فرماتے تھے، عبدالوہاب کے بعد مالکیوں میں باجی کے علاوہ اگر

اور کوئی (جید عالم) مذہبی ہوتا تو ان کے لئے کافی تھا۔"

ان مناظروں اور سیاسی خدمات کے ساتھ ساتھ انڈس میں آپ کی شہرت و مقبولیت کو آپ کے رشحات فکر سے پارچاند لگ گئے، ان افکار کا مجموعہ کچھ مطبوعہ اور کچھ غیر مطبوعہ مجلدات میں موجود ہیں۔ نفع الطیب میں ان کی چند مشہور تصانیف کا ذکر کیا گیا ہے، جن کی فہرست یہ ہے۔

۱۔ التسدیر الی معرفة التوحید۔

۲۔ سنن المنہاج۔

۳۔ ترتیب الحجاج

۴۔ احکام الفصول فی احکام الاصول۔

۵۔ التعديل والتجريح لمن خرج عنه البخاری فی الصحیح۔

۶۔ شرح موطأ (جن کو الاستیفاء اور "المنتقى" میں بانٹ دیا گیا ہے، جو سات جلدوں

پر مشتمل ہے اور مالکی فقہ کی نہایت اہم کتاب سمجھی جاتی ہے)

۷۔ البعانی فی شرح الموطأ (جو بقول چند لوگوں کے بیس جلدوں پر مشتمل ہے)

۸۔ کتاب الایماء (پانچ جلدوں میں)

۹۔ مختصر المختصر فی مسائل المدونہ۔

۱۰۔ اختلاف الموطأ۔

۱۱۔ کتاب الحدود۔

۱۲۔ سنن الصالحین۔

۱۳۔ تفسیر قرآن الحکیمی۔

۱۴۔ شرح المنہاج۔

۱۵۔ التبیین لمسائل المہتدین فی اختصار فرق الفقہاء۔

۱۶۔ السراج فی الخلاف۔

۱۷۔ الإیثار فی اصول الفقہ۔

آپ کے اس تجربہ علمی سے انڈس والوں نے آپ سے استفادہ کیا اور سماعت حدیث اور تدریس فقہ کے لئے تلامذہ کا جم غفیر آپ کے گرد جمع ہونے لگا۔ لوگ آپ کے درس میں بڑے اشتیاق سے شریک ہوتے

آپ سے روایت کرنے والوں میں ابو عبد اللہ الحمیدی، علی بن عبد اللہ الصقلی، احمد بن علی بن غزولون، ابو بکر الطرطوشی، ابو علی بن الحسین السبئی، ابو بکر سفیان بن العاصی اور آپ کے صاحبزادے ابو القاسم احمد کے نام سرفہرست لکھے جا سکتے ہیں۔

علامہ مقرئ نفع الطیب میں ابو علی بن سکرہ کا بیان ان الفاظ میں قلمبند فرماتے ہیں ۳۔

ماریت مثل ابی الولید الباجی وما رأیت احدا علی ہیئته دستہ وتوقیر مجلسہ۔

یعنی میں نے ابو الولید الباجی جیسا کسی کو نہیں دیکھا اور نہ ہی اس جیسی شخصیت، وضع اور مجلسی

دیدہ کا حامل کوئی نظر آیا۔

اندلس میں "قضاء" کا اعزاز کسی عالم کے تجر علمی کا گویا اعتراف سمجھا جاتا تھا، آپ کی ان علمی خدمات اور ترقی علمی کے پیش نظر آپ کو سرفسطہ کا قاضی بنا دیا گیا۔ یہ شمالی اندلس کا صوبہ تھا جس کے مشہور شہر لارده، قلعه ایوب، طرسونہ، وشقہ، ترمیط اور مدینہ سالم وغیرہ تھے۔ آجکل اس شہر کو "ساراگوستا" یا "زاراگوزا" کہا جاتا ہے۔ جس دور میں آپ سرفسطہ کے قاضی بنائے گئے۔ یہاں ابو ایوب سلیمان (المتوفی ۳۳۸ھ) کے بیٹے ابو جعفر احمد المقدربا اللہ (المتوفی ۳۷۷ھ) کی حکومت تھی۔

ابو الولید الباجی عالم اور قاضی ہونے کے ساتھ اچھے ادیب اور شاعر بھی تھے۔ ان کی نثر نگاری کا اندازہ تو ان کتب سے لگایا جا سکتا ہے جو مختلف کتب خانوں اور آثار قدیمہ کے مرکزوں میں موجود ہیں۔ لیکن ان کی نظم کے بیشتر مرقعے مختلف تصانیف میں چیدہ چیدہ ملتے ہیں۔ کہیں کہیں باجی خود بھی اشعار نقل کرتے ہیں لیکن مضمون چونکہ خالص علمی انداز کا ہوتا ہے اس لئے تحقیقی کتابوں میں وہ اشعار نقل کرنے سے اجتناب ہی کرتے ہیں۔ غرض ان کے اشعار منتشر ہیں۔ اور مختلف کتابوں میں صرف تذکرے تامل جاتے ہیں۔ نفع الطیب میں ان کے کچھ اشعار منقول ہیں ۵۔ ایک نظم کے دو اشعار ملاحظہ فرمائیے :-

ما طال عہدی بالدیار وانما = اُنسی معاہدہا اُسی وتیلد

لوکت انتبات الدیار صبا بتی = رق الصفا بفنائہا والجلد

پنے بیٹے محمد کی وفات پر باجی نے ایک طویل مرثیہ لکھا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں :-

أحمد ان كنت بعدك صابرا = صبر السليم لمابه لا يسلم

ورزمت قبلہ بالنبی محمد = ولرزؤۃ ادھی لدی واعظم  
 فلقد علمت بانئیک لا حق = من یعدطنی اننی متقدم  
 لله ذکر لا ینزال بخاطری = متصرفانی صبرۃ متحکم  
 فاذا نظرت فتخضمه متخیل = واذا صغت فصوته متوهم  
 وبکل ارضی لی من اجلك لوعۃ = وبکل تبر وقفۃ وتلوم  
 ان کی نظم کے چند اور اشعار ملاحظہ ہوں :-

مضی زمن المکارم والکرام = سقاء الله من صوب الغمام  
 وکان البر فعلا دون فتول = نصار ابعدا نطقاً بالکلام  
 وزال النطق حتی لست تلقی = فتی یخوب بر دٍ للسلام  
 وزاد الامر حتی لیس اِکلاً = سخی بالاذی او بالملام

ابوالولید الباجی کی اولاد کے بارے میں زیادہ معلومات مہیا نہ ہو سکیں۔ نفع الطیب نے  
 باجی کا جو مرثیہ نقل کیا ہے وہ انہوں نے اپنے صاحبزادے محمد کی وفات پر لکھا۔ جن کا انتقال  
 غالباً سر قسط ہی میں ہوا۔ دوسرے صاحبزادے کا نام ابوالقاسم ہے جن کے بارے میں کہا گیا ہے:  
 سکن سر قسطۃ وغیرھا ودوی عن ابیہ معظم علمہ وخلفہ بعد وفاتہ  
 فی حلقته وغلب علیہ علم الاصول الخ۔ ۱۶

”سرفسطہ وغیرہ میں رہے اور اپنے والد سے روایت کی۔ علم میں ان کا بلند مقام ہے اپنے والد  
 کی وفات کے بعد ان کے حلقہ میں ان کے جانشین ہوئے۔ علم اصول فقہ میں انہیں کافی دسترس تھی“  
 قاضی ابوالولید کی وفات ۱۹ رجب ۷۴۶ھ جمعرات کی رات کو المریہ میں مغرب و عشاء  
 کے درمیان ہوئی، جمعرات کے روز عصر سے پہلے رباط میں صفتۃ البحر دفن کئے گئے۔ نماز جنازہ  
 آپ کے صاحبزادے ابوالقاسم نے پڑھائی۔ ۱۷

ابوالولید الباجی نے یہ کتاب ”علم اصول فقہ“ (JURISPRUDENCE) |  
 الاشارة فی اصول الفقہ پر لکھی ہے، اسکو ریال لائبریری میڈریڈ (اسپین) سے اس  
 کا جو نسخہ ملا ہے، اس پر صرف ”الاشارة للباجی رحمة الله“ لکھا ہے۔ علامہ مقری نے

نسخ الطیب میں باجی کی جن تصانیف کا ذکر کیا ہے ان میں اس کتاب کا پورا نام ”الاشارة فی اصول الفقہ“ لکھا ہے۔ نواد نے فہرس المخطوطات المصنوعہ میں اصول فقہ کی جن کتب کا تعارف کرایا ہے ان میں چوتھے نمبر پر اس کتاب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے<sup>۱۸</sup>

تالیف ابی الولید سلیمان بن خلف الباجی الاندلسی المتوفی سنہ ۴۴۳ھ نسخۃ کتبت فی سنہ ۴۹۲ھ وبھا خروم۔

ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی الاندلسی متوفی ۴۴۳ھ کی تالیف ہے۔ اس کا نسخہ ۴۹۲ھ میں لکھا گیا۔ جسے کیڑے نے (کچھ) کھا لیا ہے۔

ازہر کے کتب خانے کا حوالہ دیتے ہوئے ”اصول“ میں اس کا نمبر ۵۷۸۶ درج کیا گیا ہے، ورق کی تعداد ۴۷۷ کمی گئی ہے اور اس کا سائز ۱۸ x ۱۳ سم بتایا گیا ہے۔

قاضی ابوالولید الباجی کا فقہی مسلک چونکہ مالکی ہے اس لئے یہ کتاب بھی مالکی اصول فقہ کی کتب میں شمار کی جاتی ہے۔ مالکی اصول فقہ پر یوں تو مقتدین کی آن گنت کتب موجود ہیں، لیکن قاضی

الباجی کی اس کتاب کو جامعیت کے اعتبار سے غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ قاضی صاحب نے مطولات سے گریز کرتے ہوئے صرف نفس اصول پر اکتفا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اور کتب کی

طرح نہ تو اس کتاب کی ابتدا کسی طویل خطبہ سے کی گئی ہے اور نہ ہی لائق تعداد فقہی مثالوں سے کتاب کے

جرح میں اضافہ کیا گیا ہے اور نہ ہی اصول فقہ کی اصطلاحات اور متعلقہ مسائل کے بیان میں منطقی

بحثیں چھیڑی گئی ہیں۔ بلکہ مختصر اور جامع الفاظ میں اصول فقہ کی اصطلاحات اور ان سے متعلقہ مسائل پر

جامع اشارات سے کام لیا گیا ہے۔ ممکن ہے کتاب کی اسی خصوصیت کی بناء پر اس کا نام ”الاشارة“

کھا گیا ہو۔ تسمیہ و صلوة کے بعد مصنف نے کتاب کی ابتدا ان الفاظ سے کی ہے

ادلة الشرع ثلثة اضرب - اصل - ومعقول اصل واستصحاب الحال -

شرعی (قانونی) دلائل کی تین قسمیں ہیں ۱۔ اصل ۲۔ معقول اصل ۳۔ اور استصحاب حال

ادلة الشرع میں ”اصل“ کے بارہ میں فرماتے ہیں :

فاما اصل فهو الكتاب والسنة واجماع الامة<sup>۱۹</sup>

یعنی جہاں تک اصل کا تعلق ہے تو وہ کتاب، سنت اور اجماع امت پر مبنی ہے۔ کتاب اللہ



کی بحث میں وہ حقیقت اور مجاز، محتمل اور ظاہر، امر اور نہی، عموم و خصوص، استثناء، مطلق و مقید، مجمل و مفسر اور اسماء المعرفہ وغیرہ کو جامع الفاظ میں سمجھاتے ہیں۔ سنت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کے احکامات، احادیث اور اس سے متعلق ابحاث کا ذکر کرتے ہیں۔ اجماع پر بحث کرتے وقت اس کی اہمیت اور قسموں کو بیان کرتے ہوئے اس سے متعلق مختلف اصول بیان فرماتے ہیں:

معقول الاصل پر بحث کرتے ہوئے وہ اس کی چار قسمیں بیان کرتے ہیں ۱۔ الخن الخطاب ۲۔ فحوی الخطاب ۳۔ حصر ۴۔ اور معنی الخطاب۔  
استصحاب الحال کو وہ دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں ۱۔ استصحاب حال العقل ۲۔ اور استصحاب حال الاجماع۔

کتاب کے آخر میں احکام الترجیح پر بحث ہے جس کے ضمن میں ترجیحات المتون اور ترجیحات المعانی کو بیان کیا گیا ہے۔

## مآخذات

- (۱) حسین مونس، فجر الاندلس، ص ۳۷۱-۷، قاہرہ ۱۹۵۹ء۔
- (۲) محمد عنایت اللہ، اندلس کا تاریخی جغرافیہ، ص ۱۵۸-۹، حیدرآباد ۱۳۳۵ھ  
۱۹۲۷ء
- (۳) ا۔ ابن بشکوال، الصلہ، ص ۱۹۷، قاہرہ ۱۳۷۳ھ  
۱۹۵۵ء
- ii۔ علامہ المقرئ، نفع الطیب ج ۱ ص ۳۵۳، قاہرہ ۱۳۰۲ھ
- iii۔ ابن خلکان، وفيات الاعیان ج ۲ ص ۱۳۲، قاہرہ ۱۳۶۷ھ  
۱۹۴۸ء
- (۴) اندلس کا تاریخی جغرافیہ ص ۱۳۱۔
- (۵) نفع الطیب ج ۱ ص ۳۵۳۔
- (۶) ایضاً۔
- (۷) ایضاً۔
- (۸) ابن خلکان ج ۲ ص ۱۳۲۔

- (٩) ابن بشكوال ج ١ ص ١٩٤
- (١٠) نفع الطيب ج ١ ص ٣٥٨
- (١١) ابو زهره ، ابن حزم ، قاهره  $\frac{١٣٤٣}{١٩٥٣}$ هـ بحواله مجمع الادباء ج ١٢ ص ٣٢٢
- (١٢) نفع الطيب ج ١ ص ٣٥٣
- (١٣) ايضاً -
- (١٤) اندلس كاتالوجي جغرافيه ص ٢٢٠
- (١٥) نفع الطيب ج ١ ص ٣٥٤-٨
- (١٦) ايضاً ج ٢ ص ٢٥
- (١٧) ا- النباهي ، تاريخ قضاة الاندلس ص ٩٥ ، قاهره ١٩٣٨هـ -  
 ii- ايكيتي ، نوات الوفيات ، ج ١ ص ٣٥٦ ، قاهره ١٩٥١هـ -  
 iii- ابن بشكوال ج ١ ص ١٩٩
- (١٨) ا- فواد ، فهرس المخطوطات المصوره ، ج ١ ص ٢٣ ، قاهره ١٩٥٣هـ -  
 ii- ابن العماد ، شذرات الذهب ، ج ٣ ص ٣٢٢ ، قاهره ١٣٥٠هـ
- (١٩) الاشاره ، فوليو نمبر الف - ١١٩ ، عكسيات نمبر ١٣٠ لاثيرميري اداره تحقيقات اسلامي

